شراب اور اقتصادیات

از ریاض الحسن نوری

(۳)

(امریکہ کے بلانوش صحافی WILLIAM McLEWAIN کی داستانِ ترکِ شراب کا کچھ حصّہ سابق قسط میں بیان ہو چکا ہے اب بقیہ حصّہ پیشِ خدمت ہے)

ڈاکٹر بکر صاحب کی مذکورہ بالا بات مجھے تسلیم ہے اور میں اپنے آپ کو اسی جمِ غفیر میں شمار کرتا ہوں۔ جب میں اپنی پچھلی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے سمجھ آنے لگتا ہے کہ کیا ہوتا رہا ہے۔ میں اپنا کام اچھی طرح سے سرانجام دیا کرتا تھا مگر میں آرام اور سکون بہت کم ہی محسوس کرتا (I seldom felt a case.) کسی سے سکون ملا۔ کم از کم کچھ تھوڑا سا تو ملا۔ میں پینے لگا اور اچھی طرح کام کرنے لگا۔ کئی سال تک میں کامیاب رہا اور اخباروں کے لیے لکھتا رہا۔ پھر NEWSDAY نامی اخبار میں آگیا اور کاپی ایڈیٹر بنا۔ میں دن کی خبروں کا ایڈیٹر تھا، وہ بھی شہر کی حد تک۔ پھر اسسٹنٹ مینجنگ ایڈیٹر بنا۔ پھر مینجنگ ایڈیٹر مقرر ہوا اور آخر کار مکمل ایڈیٹر کے طور پر مامور ہوا۔ بہت سے دنوں اور بہت سی راتوں کو میں یہ محسوس کرتا کہ میں سب کچھ آئینوں کی مدد سے کر رہا ہوں، یعنی میں خاص اپنی پیشہ وارانہ حقیقی اہلیت کو استعمال نہیں کر رہا، بلکہ کم ٹھوس اور کم پسندیدہ صلاحیتوں کو استعمال کرتا ہوں شاید میں ایک جنوبی کی مانند معروف مقامی چالاکی و عیاری کو کام میں لا رہا ہوں جس کے زیر اثر عورتوں

اور مردوں کو تعریف سے خوش کر کے ضرورت سے زیادہ مسکہ مالش کا رویہ اختیار کر کے جیسے کیسے بھی اُن سے کام لیا جا سکتا ہو، لیا جاتا ہے۔

خوف اور کپکپاہٹ پھر مجھ پر خوف اور اُس کی وجہ سے لرزہ بر اندام ہونے (FEAR CREAPS) کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ کم از کم دس سال میں نے روزانہ شراب زیادہ نہیں پی۔ بعض مواقع پر میں گھنٹوں پیتا رہتا اور کافی پیتا۔ یہ مواقع سوشل یا کاروباری ہوتے۔ اس کے بعد میں نے دفتر میں ریفریجیریٹر رکھوا لیا۔ میں دوپہر کے کھانے کے وقت میں ٹینس کھیلتا۔ پھر واپس آ کر ٹیُن کی مچھلی کھاتا۔ اس کے بعد پھر شراب پیتا اور اس کے بعد ٹانک استعمال کرتا۔ اس کے بعد میں چند گھنٹوں کے لیے شراب کو الگ کر دیتا اور پھر شام کو ۶ بجے سے پہلے کچھ اور پیتا جبکہ میرے کمرے میں نیوز کانفرنس ہوتی۔ اس کے بعد میں نے مذکورہ بالا چند گھنٹوں کا وقفہ بھی ختم کر دیا اور ٹینس کے بعد بھی اور نیوز کانفرنس کے دوران میں بھی پیتا رہتا۔

اس کے بعد گھر جانے سے پہلے کچھ دیر بیٹھتا اور کچھ پیتا۔ BILL MOYERS جو اس زمانے میں NEWSDAY کا پبلشر تھا۔ اس نے مجھ سے اتنی شراب پینے کے متعلق گفتگو کی ـــ پہلے نرمی سے تذکرہ کرتے ہوئے، کبھی مذاق میں، مگر بعد میں خاص طور سے اس مسئلہ پہ زور ڈال کر گفتگو کی۔ مگر میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اسے میرے شراب پینے اور میری قابلیت دونوں کو منظور کرنا پڑے گا۔ میں نے NEWSDAY اخبار کو ترقی دے کر دنیا کے چوٹی کے اخباروں کی صف میں پہنچا دیا تھا اور یہ کام میں نے شراب کے عادی ہونے کے باوجود سرانجام دیا تھا۔

اب مجھے اس بات کا یقین آگیا ہے ـــ مگر اُس وقت نہ تھا کہ میں اپنے کام میں مفلوج ہو رہا تھا۔ میں ایک شرابی سربراہ تھا جو کہ اخبار کے کام میں ذاتی طور پر بہت زیادہ حصہ اور بڑی CONTRIBUTION نہیں دے رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کے بارے میں کچھ خوف میرے دماغ میں پیدا ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ نے بہت باعزت طریق سے اپنے اخبار سے مجھے رخصت کیا۔ اس موقع کو میں نے اپنے لیے بہت غنیمت جانا۔ اُس نے میرے لیے یہ کیا کہ WAKE FOREST UNIVERSITY (ویک فاریسٹ یونیورسٹی) میں اُسی تنخواہ پر

ایسے مصنف کی نوکری دلوادی جو گھر بیٹھ کر تصنیف و تالیف کا کام کرتا ہے۔ وہاں پہ میرا سال (۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۰ء) بھی اخبار کے دفتر سے بہتر ثابت نہ ہوسکا۔ سوائے اس وقت کے جب کہ میں سوتا تھا۔ میں ایک گھنٹہ بھی شراب کے بغیر نہ گذار سکتا تھا اور ایک مصنف کے طور پہ میں کوئی خاص خدمت نہیں سرانجام دے رہا تھا۔ ۴۵ سال کی عمر میں میری زندگی بیکار ہو کر رہ گئی تھی۔ تب میں اس ادارہ میں آیا کہ شاید میں اپنی زندگی کا پہیہ اُلٹا گھما سکوں۔

ادارے سے رخصت آخر مجھے ادارہ کی طرف سے کہا گیا کہ آپ کل گھر واپس جاسکتے ہیں۔ سوائے اس صورت کے کہ عدالت کے آرڈر کی بنا پہ کوئی مریض داخل ہوا ہو۔[1] عام حالات میں کوئی مریض اگر چاہے تو اپنی مرضی سے ادارہ کو چھوڑ کر جاسکتا ہے۔ مگر عام طریقہ یہی ہے کہ کونسلر مریض کو مناسب وقت پہ جانے کی اجازت دے دیتا ہے۔ غرض فیصلہ یوں ہوا کہ مسٹر ولنگٹن اور لوبھر (جو ایک لکڑی کاٹنے کے کارخانے میں کام کرتا تھا اور خاموش طبع آدمی تھا) دونوں کو بھی میرے ساتھ ہی واپس جانے کی اجازت مل گئی۔ ان دونوں میں سے کسی کے پاس کار نہ تھی۔ میں نے سوچا کہ میں انہیں ان کے گھروں پہ چھوڑ کر خود ورجینیا چلا جاؤں گا۔ وہاں پہ پہلی دفعہ مجھے پتہ چلے گا کہ ایسے کمرے میں موجود ہونا جہاں کہ میرے سوائے سب پی رہے ہوں[2] ایسا تجربہ

---

[1] اس سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی حکومت میں ایسے لوگوں کو جو یہ سمجھتے ہوں کہ وہ شراب کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، عدالت یا حکومت جبری طور پہ ایسے اداروں میں بھیجے جہاں اُن کی شراب اُسی طرح چھڑوادی جائے جس طرح کہ مغربی ممالک میں ترکِ شراب کے اداروں میں رکھ کر شراب چھڑائی جاتی ہے۔ اور جب تک اطمینان نہ ہو اُس وقت تک ایسے لوگوں کو اُن اداروں ہی میں رکھا جائے اور اُن کا خرچہ اُن کی جیبوں سے وصول کیا جائے یا اُن کے ذمہ دار رشتہ داروں سے لیا جائے۔

[2] ادارہ میں تو اُن کے سامنے کوئی بھی نہ پیتا تھا۔ نہ یہ کسی کو پیتے دیکھتے کہ دل میں خلش زیادہ ہونے کا تجربہ پیش آئے۔

کس طرح کا ہوتا ہے۔ یہ تجربہ مجھے اُس وقت پیش آیا تھا جب کہ مجھے اخباروں کے ایک گروہ کے پبلشروں کی میٹنگ میں خطاب کرنا تھا۔ اور پھر ایک ہفتہ بعد انہی اخباروں کے ایڈیٹروں کے سامنے بولنا تھا۔

اس سہ پہر جب میں، لوہفر مور اور مسٹر ولنگٹن باہر کھڑے تھے تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ ہم یہاں سے جا کر کیسے رہیں گے۔ مجھے یاد آیا کہ ایک مرتبہ ایک A.A کے مقرر نے کہا تھا کہ "تم یہ سوچتے ہو کہ یہاں سے جا کر بھی دوبارہ تم شراب پی سکو گے؟ اس کی تم فکر نہ کرو تم یہاں سے جا کر شراب نہیں پی سکو گے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ کونسی بات سب سے خطرناک چیزوں میں شامل ہے؟ تم یہاں سے واپس جاتے ہو اور بہت اچھی زندگی گذارنے لگتے ہو میں نے بھی واپس جا کر تین سال اچھے گزارے۔ پھر تم اپنے آپ سے یوں کہنے لگتے ہو کہ ہو سکتا ہے کہ میں درحقیقت کبھی بھی عادی شرابی ALKOHOLIC نہیں تھا۔ میں حقیقی عادی شرابیوں کی طرح نہیں پیتا تھا۔ تم یہ سوچنے لگتے ہو کہ تم پھر پینی شروع کر سکتے ہو۔ اور اس مرتبہ اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھو گے۔ مگر تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں خود تجربہ کر چکا ہوں"

ہر تین میں سے دو ناکام

پھر میں نے سنجیدہ اعداد و شمار کو یاد کیا کہ اس ادارے سے واپس جانے والوں میں سے تین میں سے دو ناکام ہو کر واپس آ جاتے ہیں[1]۔ اور ایک کامیاب رہتا ہے میں نے اپنے لیے دُعا مانگی اور ہر تین میں ایک بننا چاہتا تھا۔

مجھے ادارے کو چھوڑے ۳۰ دن ہو چکے تھے۔ ورجینیا میں اخبار نویسوں کی دو میٹنگیں خیریت سے گذر گئیں۔ پہلی میٹنگ میں جب میں داخل ہوا تو دور چل رہا تھا اور مجھے یہ بتانا پڑا کہ میں صرف سوڈے پر کیوں اکتفا کروں گا۔ میں نے بتایا کہ میں ابھی شراب چھڑانے والے ادارے سے آ رہا ہوں۔ کسی نے اس بات کی طرف منفی یا مثبت توجہ نہیں دی۔

[1] اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ امریکہ وغیرہ میں کھلم کھلا شراب پی جاتی ہے اور سوسائٹی شراب پینے والوں کو بُرا نہیں سمجھتی۔ ہر گھر اور ہوٹل میں شراب چلتی ہے۔ اس لیے تائب کے لیے پابند رہنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر مسلمان ممالک میں اس کا خطرہ نہیں ہے اگر اسلامی قوانین رائج ہوں۔

مذکورہ بالا دورے کے بعد میں ATLANTIC BEAD, N. C. گیا جہاں کہ میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں۔ سمندر کا ساحل رہنے کے لیے عمدہ جگہ ہے۔ میں ہفتے کے ساتوں دن لکھنے کا کام باقاعدہ کرتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ کام خوب ہو رہا ہے۔ میں تیرتا بھی ہوں۔ ٹینس کھیلتا ہوں۔ مچھلی کا شکار کرتا ہوں۔ کیکڑے پکڑتا ہوں اور زمین سے کھود کر CLAMS نکالتا ہوں۔ یہ سب کام میں ہر روز کرتا ہوں، چاہے بارش یا جھکڑ کیوں نہ ہو۔ میں بہت اچھا محسوس کرتا ہوں اور شراب سے دور رہتا ہوں۔

یہ محض خیالی باتیں نہیں ہیں ہم نے شراب سے متعلق اپنی شائع شدہ انگریزی تصنیف میں یہ بات حوالوں سے ثابت کی ہے کہ کار ڈرائیور جب شراب پی لیتا ہے تو اس کو محسوس نہیں ہوتا کہ اس کا کنٹرول ناقص ہوگیا ہے، بلکہ ہلکے سے نشے میں بھی اگرچہ اس کا کنٹرول ناقص ہو جاتا ہے، وہ یہی محسوس کرتا ہے کہ وہ ٹھیک ٹھاک ہے اور اس کا کنٹرول بھی اچھا ہے۔ اسی طرح ہم نے وہاں انگلینڈ کی سرکاری تحقیقات کے حوالوں سے یہ بھی ثابت کیا تھا کہ شراب پینے کے بعد جب ایک شخص پہاڑی پر چڑھتا ہے تو وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ بہت تیز تیز اور مہارت سے چل رہا ہے مگر حقیقت میں اس کی حرکات پورے طور پر کنٹرول میں نہ ہونے کی وجہ سے اس کی کارگذاری ناقص رہتی ہے۔

محض آرام کرسی پر لیٹے لیٹے خیال آرائیوں کے ذریعے ہم ان نتیجوں پر نہیں پہنچے بلکہ باقاعدہ سائنسی تجربات اور حقائق کے مقررہ پیمانوں کا ناپ تول سامنے رکھ کے چوٹی کے سائنسدانوں کے مشاہدات کی مدد سے فیصلے کیے گئے ہیں۔

اسی طریق پر آپ نے جو ابھی مشہور امریکن صحافی سے ذاتی تجربات اور ادارے کے ڈائریکٹر کی آراء پڑھی ہیں، ان سے بھی مزید یہی واضح ہوا کہ شراب پینے والوں میں اپنی کارگذاری کے متعلق غلط قسم کی خود اعتمادی پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی گرتی ہوئی کارگذاری کو سمجھنے سے محروم رہتے ہیں۔ شراب کے نشے کے ساتھ اگر اقتدار کا نشہ بھی شامل ہو جائے تو پھر ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا والی بات ہو جاتی ہے۔

شراب اور پاکستان کے حکمران اس پس منظر اور حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے اب پاکستان

کی سیاسی تاریخ پر نظر ڈالیے۔ قائد اعظم اور لیاقت علی خاں اور سردار عبدالرب نشتر وغیرہ کے بعد سے پاکستان کے سیاسی سربراہوں وغیرہم میں شرابیوں کی تعداد زیادہ رہی ہے۔ غلام محمد اور یحییٰ خاں کی شراب نوشی سے کون انکار کرسکتا ہے۔

شرابی حکام اپنی پالیسیوں اور کارکردگیوں کے نقائص کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتے جب اخبارات حکومت پر اعتراض کرتے ہیں تو حاکم شراب اور اقتدار کے نشہ میں سمجھتے ہیں کہ ہم بہت ٹھیک کام کر رہے ہیں۔ اخبارات خواہ مخواہ شور مچا رہے ہیں۔ اس لیے یہ شرابی حکام نوشتہ دیوار نہیں پڑھ پاتے اور پچھلے سربراہ کے انجام سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ یحییٰ خاں کی شخصیت اس سلسلے میں مثالی شخصیت ہے۔ یحییٰ خان نے ایوب خان کے انجام سے کوئی سبق نہ لیا اور شراب اور اقتدار کے نشے میں اپنی پالیسیوں کو بہت خوب سمجھتا رہا اور اس کے شرابی مشیر بھی اس کو سب اچھا کی لوری سناتے رہے۔ آخرکار یحییٰ صاحب خود تو گئے مگر ساتھ آدھے پاکستان کو بھی لے کر گئے۔

ع ڈوبے ہیں صنم، تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

جب شرابی حاکم مسائل اور مشکلات میں گرفتار رہتا ہے تو پریشانیوں کو بھولنے کے لیے شراب پیتا ہے۔ پھر نشہ کے زیر اثر غلطیاں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں ٹھیک کام کر رہا ہوں۔ ان غلطیوں سے پھر مسائل اور مشکلات پیدا ہوتے ہیں۔ ان مشکلات سے گھبرا کر پھر شراب پیتا ہے اور پھر غلط پالیسیاں چلاتا ہے۔ اس سے مسائل پھر نئے انداز سے ابھرتے ہیں۔ ان سے گھبرا کر پھر شراب پیتا ہے۔ اس طرح شیطانی چکر چلتا رہتا ہے اور حکومت اور ملک دونوں کو لے ڈوبتا ہے[1]۔

اگر عوام اب بھی جب کہ پاکستان دولخت ہو چکا ہے، بعد از بسیار خرابی و خواری یہ سبق حاصل کرلیں کہ سربراہوں اور حکام کے لیے جو شرائط خدا اور اس کے رسولؐ نے مقرر کردی ہیں، یعنی متقی، پرہیزگار، نمازی اور عالم وغیرہ ہونے کی تو پھر ہم یہی کہیں گے کہ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔

---

[1] اسی حالت کو انگریزی میں VICIOUS CIRCLE کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اردو میں بدی کا بھنور، یا گرداب کہہ سکتے ہیں۔

نہ صرف حکام بلکہ قرآن نے تو اعلان کر دیا ہے کہ جب تم مزدور سے لے کر حاکم تک کسی سے بھی اُجرت پر کام لینا چاہو تو دو شرائط ضرور دیکھ لو اوّل یہ کہ وہ قوی ہو یعنی جسم بھی قوی ہو اور اس کا ایمان بھی قوی ہو، لالچ میں نہ آسکتا ہو، اور کام کی قابلیت بھی رکھتا ہو۔ دوسری چیز جو اگرچہ پہلی ہی میں شامل ہے مگر اس کو صاف صاف دوبارہ بھی بیان کیا ہے یعنی دوسری شرط یہ کہ وہ امین یعنی دیانت دار ہو (خیر من استاجرت القوی الامین)

دیگر منشیات اگرچہ ہم نے یہاں شراب کا ہی ذکر کیا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے منشیات قوموں کی اقتصادی، اخلاقی اور جسمانی تباہی میں اثر انداز نہیں ہوتے۔ منشیات کی بہت سی قسمیں ہیں۔ قرآن نے صرف شراب کا ذکر کیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ منشیات کے نقصان دہ ہونے کے لحاظ سے شراب کا مقام وسط میں ہے یعنی بہت سی منشیات شراب سے زیادہ نقصان دہ ہیں اور بہت سی کم نقصان دہ۔ حدیث کی رُو سے سب منشیات حرام ہیں۔

مثال کے طور پر HEROIN کو لیجیے اس پر بھی ایک مضمون محولہ ماسبق ریڈرز ڈائجسٹ کے اسی شمارے سے ہے۔ اس مضمون کے اوپر موٹے موٹے الفاظ میں لکھا گیا ہے کہ امریکہ میں سب اشیاء سے زیادہ رقم کی چیز جو درآمد کی جاتی ہے وہ یہی ہیروئن ہے۔ یہ ہر سال ۵۔۵ بلین ڈالر یعنی ۵۔۶۰ بلین روپے کی درآمد کی جاتی ہے اور یہ نشہ آور چیز عوام کی دشمن نمبر (PUBLIC ENEMY No: 1) ہے۔ اس مضمون کے مصنف NOTHAN M. ADAMS لکھتے ہیں:

"پچھلے جون کے ماہ میں پریذیڈنٹ نکسن نے وائٹ ہاؤس میں بیچ بیچ بعد دیگرے خفیہ پولیس اور دیگر متعلقہ محکموں کے حکام کی باتیں سُنیں۔ اس گفتگو میں انہوں نے اس نشہ آور چیز کی فروخت کے خلاف جنگ میں اپنی بڑھتی ہوئی ناامیدی کا ذکر کیا۔ اس پر نکسن صاحب بولے "گویا آپ لوگ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب ہم ایک قدم آگے کی طرف بڑھاتے ہیں تو درحقیقت ہم دو قدم پیچھے چلے جاتے ہیں"۔ اس پر ایک افسر بولا کہ "جی جناب ہم اس سلسلے میں خاصی کامیابی حاصل نہیں کر سکے"۔

یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ اس نشہ آور چیز کو امریکہ میں عام کرنے کی مشینری تشویشناک حد تک تیزی سے بڑھ رہی ہے .... یہ امریکہ کے دور دراز علاقوں میں پھیل چکی ہیں حتیٰ کہ الاسکا

تک میں بھی اس نشے کے عادی بڑھتے جا رہے ہیں جن میں رپورٹوں کے مطابق ایک نو سال کا لڑکا بھی ملوث ہے ...... بعض افسر برملا اپنی بے چارگی کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے سمندر کے مدوجزر اور چڑھتی ہوئی لہروں کو روکنے کے لیے بیلچے سے ریت کی دیوار بنانے کی کوشش کی جائے ...... مثلاً ایک شخص جس کو پولیس بے کار بڑھئی کہتی ہے وہ اکثر نشے کے مجرمانہ کاروبار سے سال میں ۱۰۰,۰۰۰ ڈالر یعنی گیارہ لاکھ روپے کما لیتا ہے ...... اس کی فروخت میں نئے لوگ جن کا اس پیشہ سے تعلق نہیں وہ وقتی طور پر یہ کام کرنے لگ جاتے ہیں سیاست دان، فوجی، وکیل، طالب علم، ہر طرح لوگ کثیر منافع کے لالچ میں آکر یہ کام کر گذرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ صرف تھوڑے سے وقفہ کے لیے اس کی تجارت میں ملوث ہوتے ہیں اور ایک بڑا ہاتھ مار کر اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے پولیس کے لیے ان کو پکڑنا مشکل ہو جاتا ہے ...... پھر بہت سے لوگ جو پکڑے جاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ پچھلے کسی جرم میں ماخوذ ضمانت پر رہا ہیں ...... سسٹم خراب ہے جس کے تحت ضمانت پہ چھوٹ کر جرم کرنے کا موقع مل جاتا ہے ...... مثلاً ایک جج کے پاس سال میں ۲۶ کیس اس معاملے میں ملوث لوگوں کے آئے، مگر سزا صرف ایک کو ملی ...... ان میں سے آدھے تو پولیس کی سفارش پر رہا کر دیے گئے ...... باقی کو برائے نام سزا ملی ......"

ہم پوچھتے ہیں کہ شراب پر لوگوں کی صحت خراب کرنے کے لیے جو امریکہ میں اربوں روپیہ خرچ ہوتا ہے اس کے ساتھ HEROIN پر خرچ ہونے والی رقم ......۵۵,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر یعنی ......۶۰۵,۰۰۰ روپیہ یعنی چوساٹھ ارب روپے سے بھی زیادہ ہیں جمع کر لیجیے تو سوچیے کہ اقتصادی طور پر امریکہ کو کتنا نقصان پہنچ رہا ہے۔ پھر صرف اقتصادی ہی نہیں بلکہ صحت اور اخلاق وغیرہ کو جو نقصان پہنچتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

پس ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ نہ صرف شراب کے خلاف شرعی قوانین نافذ کرنے چاہییں بلکہ دیگر منشیات مثلاً مشہور کیپسول اور ٹیکوں اور افیم وغیرہ کے سلسلے میں بھی انسدادی اقدامات کی ضرورت شدید ہے۔